گاؤں میں

نماز جمعہ کی

تحقیق

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز جمعہ میں بعض بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز جمعہ میں بعض شرائط ایسی ہیں جو عام نمازوں میں نہیں ہیں ان میں سے احناف کے نزدیک ایک شرط یہ ہے کہ جمعہ وہاں پڑھا جائے جو حقیقۃً یا حکماً شہر ہو۔ عام (چھوٹے) گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ...﴾ الآیہ پ ۲۸

اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کو مخاطب کر کے جمعہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جن کا عام کاروبار بیع یعنی تجارت ہو اور اصل پیشہ تجارت اہل شہر کا ہوتا ہے نہ کہ دیہات والوں کا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطاب اہل شہر کو ہوتا ہے۔

(۲) قرآن پاک کو سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے (جمعہ فرض ہوا تو) آپ نے اہل مدینہ کو جمعہ پڑھنے کا حکم بھیجا (رواہ دار قطنی۔ التلخیص الحبیر ج ا ص ۱۳۳) آنحضرت ﷺ نے خود مکہ میں نماز جمعہ ادا نہیں فرمائی کیونکہ وہاں اذنِ عام نہ تھا۔ پھر آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ کے راستہ میں قبا نامی گاؤں میں پندرہ دن قیام فرمایا اس دوران دو جمعے آئے مگر آنحضرت ﷺ نے نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ اہل قباء کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو حضرت علیہ السلام خود بھی وہاں جمعہ ادا فرماتے اور اہل قباء کو بھی جمعہ پڑھنے کا حکم فرماتے۔ آپ نے اپنے فعل اور تقریر سے ثابت فرما دیا کہ اہل دیہہ پر جمعہ نہیں۔

(۳) صحیح بخاری شریف ج ا ص ۱۱ باب زیادۃ الایمان ونقصانہ میں ہے کہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن نازل ہوئی اس دن جمعہ کا دن تھا۔ اور صحیح مسلم ج ا ص ۳۹۷ باب حجۃ النبی ﷺ میں ہے ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الْعَصْرَ وَلَمْ یُصَلِّ بَیْنَھُمَا شَیْئًا۔ ظاہر ہے کہ جمعہ کے دن آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی نماز جمعہ ادا نہیں فرمائی آپ کے ساتھ حج

میں اہل مکہ اور قرب و جوار کے لوگ بھی تھے جو مسافر نہیں تھے آپ نے انہیں بھی نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا اگر آیت میں ہر جگہ جمعہ ادا کرنے کا حکم ہوتا تو آپ علیہ السلام حکم خداوندی کے خلاف کیوں کرتے۔ اور ایک لاکھ سے زائد حاضرین میں سے کسی ایک کو بھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ آیت جب ہر جگہ کے لئے عام ہے تو آج یہاں نماز جمعہ کیوں نہیں ادا کی گئی۔ معلوم ہوا کہ آیت سے ہر جگہ کے مراد لینے کا تصور تک آنحضرت ﷺ کو نہ آیا ہوگا اور نہ صحابہ کرامؓ کو خیال تک آیا۔

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ حضور علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں۔ خَمْسَةٌ لَا جُمُعَةَ عَلَيهِم الْمَرْأَةُ وَالْمُسَافِرُ وَالْعَبْدُ وَالصَّبِيُّ وَاَهْلُ الْبَادِيَة

(ترجمہ) پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ نہیں عورت، مسافر، غلام، بچہ، اہل دیہہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) الحاصل آنحضرت ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ثابت ہوا کہ اہل دیہات پر جمعہ نہیں۔

(۵) عن علیؓ قَالَ لاجُمُعَةَ وَلا تَشْرِيقَ اِلَّافِي مِصْرٍ جَامِعٍ اخرجه ابوعبيد باسناد صحيح . فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۰ واخرجه عبد الرزاق واسناده صحيح. الدرايه ص ۱۳۱ واخرجه ابن ابی شيبه واسناده صحيح. عمدة القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۲۶۴ وذكر الامام خواهر زاده فی مبسوطه ان ابايوسف ذكره فی الاملاء مسندًا مرفوعاً الی النبی ﷺ وابو يوسف امام الحديث حجة البنايه شرح هدايه ج ا ص ۹۸۳)

اس اثر علیؓ کو فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۴۱۔۱۴۲۔۱۴۳ پر بار بار صحیح تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے ایک ایک راوی کا ثقہ ہونا اور اپنے استاد سے سماع ثابت کر کے مفصلاً اس کی صحت ثابت کی ہے امام ابو یوسفؒ ثقہ ہیں اس لئے انکا مرفوع نقل کرنا زیادت ثقہ ہے پھر وہ مجتہد ہیں اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کر لینا اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ پس اس طرح یہ مرفوع حقیقی ہوئی اور دو طرح سے یہ مرفوع حکمی ہے ایک اس لئے کہ یہ خلیفہ راشدؓ کا قول ہے اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں عليكم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين الحديث (ترمذی) دوسرے یہ کہ عام صحابی کا ایسا قول جس

میں اجتہاد کا دخل نہ ہو وہ باتفاق محدثین حکماً مرفوع ہوتا ہے۔ پس یہ مرفوع حقیقی بھی ہے اور حکمی بھی۔ اس صحیح صریح روایت سے مخالفین بہت پریشان ہیں۔ اس لئے:

(ا) کبھی تو نوویؒ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے حالانکہ اس کی تین سندیں ہیں۔۔ زبید ایامی والی۔ طلحہ والی حجاج بن ارطاۃ والی۔ نودی کا قول صرف حجاج بن ارطاۃ والی سند سے متعلق ہے اور وہ بھی بلا دلیل۔ کیونکہ یہ راوی مختلف فیہ ہے جس کی حدیث حسن ہوتی ہے اور پہلی دو سندیں صحیح ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ علماء حدیث والے کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔

(ب) کبھی کہتے ہیں یہ ان کا اجتہاد ہے جو نص قطعی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ نصوص قطعی کے خلاف قیاس کرنا یا تو کفار و مشرکین کا طریق تھا یا یہود کے احبار کا وطیرہ یا شیطان کے کرتوت۔ اس قیاس کے بعد ان کو خلیفہ راشد کیسے مانو گے۔

(ج) اس سے لاجواب ہونے کے بعد ایک جواب یہ تراشا ہے کہ "حضرت علیؓ کی عمر کا آخری حصہ دور فسادات اور ہنگاموں کا دور تھا ممکن ہے عراق کی دیہاتی آبادی کے لئے یہ حکم اس لئے دیا گیا ہو کہ وہ مفسدانہ اجتماعات سے بچے رہیں۔ اموی مبلغین کی آتش بیانی دیہاتی ذہن کو ماؤف نہ کر سکے ان حالات میں لا جمعة و لا تشريق الافى مصر جامع وقتی مصالح کے مطابق ہو سکتا ہے (فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۳۵) دیکھئے جمعہ کے اجتماع کو مفسدانہ اجتماع کا نام دے کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کو بچانے کے لئے ایک فرض عین پر پابندی لگا دی۔ اس عقل کے کورے سے کون پوچھے کہ خلافت کو صرف گاؤں کے اجتماعات سے کیوں خطرہ تھا اور شہروں کے اجتماعات کیوں خطرہ سے خالی تھے حالانکہ انقلاب حکومت شہروں کے اجتماعات سے متاثر ہوتا ہے نہ کہ دیہات کے اجتماعات سے شاید اتنا بڑا الزام حضرت علیؓ پر خارجیوں نے بھی نہ لگایا ہو۔

(د) پھر کہتے ہیں کہ اس میں نفی کمال ہے۔ اوّلاً تو نفی کمال معنی مجازی ہے اس کیلئے قرینہ چاہیئے۔ جو یہاں موجود نہیں۔ جس آیت کو قرینہ سمجھا گیا ہے

وہ قرینہ صحیح نہیں مثلاً حدیث لاصلوٰۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَاب فَصَا عِدًا میں ہم نفی کمال مراد لیتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے خود دوسری حدیث میں خداج غیر تمام کہہ کر یہ معنیٰ متعین فرما دیا نیز حدیث میں اِنَّهٗ لا صَلوٰۃَ اِلَّا بِقَرَاءَ ۃٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ فَمَا زَادَ میں وَلَوْ لاکر نفی کمال کو متعین کر دیا۔ تو گویا گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم ایسا ہی ہوا جیسے بغیر فاتحہ کے کوئی اکیلا آدمی نماز پڑھے۔ ہم جو نفی کمال کہتے ہیں ہمارے نزدیک بھی ترک واجب کی وجہ سے وہ نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے تو کیا آپ نے جو حدیث لا جُمُعَةَ وَلاتَشْرِیقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِع میں لا سے نفی کمال مراد لیا ہے تو آپ کے نزدیک بھی گاؤں والوں کو دوبارہ شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا واجب ہے جیسے ہم کہتے ہیں جس اکیلے نمازی نے فاتحہ کے بغیر نماز پڑھی اسے دوبارہ فاتحہ کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ نفی کمال سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ تو یہ ہے کہ گاؤں والے ایک دفعہ گاؤں میں جمعہ پڑھیں پھر فوراً شہر میں جا کر ادا کریں یہ واجب ہے اور یہ قول دین میں بدعت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ الغرض یہ صریح حدیث ایسی ہے کہ اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں۔

جواثی میں جمعہ

(٦) جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں کسی گاؤں میں حضور علیہ السلام کے حکم سے جمعہ شروع نہیں ہوا کسی ایک ہی گاؤں کا نام تو بتا دو تو کہتے ہیں کہ جواثی نامی گاؤں میں جمعہ پڑھا گیا۔ اس کے علاوہ کسی اور گاؤں کا نام نہیں لیتے۔

عن ابن عباسؓ قال اَوَّلُ جُمْعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمْعَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِالْقَیْسِ بِجَوَاثیٰ مِنَ الْبَحْرَیْنِ.

(بخاری ج ا ص ۱۲۲ باب الجمعۃ فی القریٰ والمدن)

عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں قریة من قری البحرین (ابوداؤد) بالفرض اگر یہ جواثی گاؤں ہی ہوتا تو پھر بھی اس حدیث سے استدلال درست نہیں تھا کیونکہ نہ تو اس میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ جواثی میں جمعہ پڑھو کہ اس حدیث کو قولی کہا جائے اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ جواثی میں خود جمعہ پڑھا کہ اس کو حدیث فعلی کہا جائے اور نہ یہ ہے کہ ان کے جمعہ پڑھنے کی حضور علیہ السلام کو اطلاع پہنچی اور آپ علیہ السلام سن کر خاموش رہے کہ اس کو حدیث تقریری کہا جائے تو یہ مرفوع حدیث کی کوئی بھی قسم نہیں۔ قولی نہ فعلی اور نہ تقریری نہ حکمی کہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز کو عام نمازوں پر قیاس کرلیا ہو تو ان کا فعل غیر مدرک بالقیاس نہ رہا۔ اگر ذرا غور سے دیکھیں اور غور کریں تو یہ ہماری دلیل ہے۔ اس کو سمجھنے سے قبل چند چیزوں کی تحقیق ضروری ہے۔

(ا) وفد عبدالقیس حضور علیہ السلام کی خدمت میں کب حاضر ہوا۔ بیہقی نے السنن الکبریٰ میں حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفد عبدالقیس کو نماز، زکوٰۃ، روزہ کے علاوہ بیت اللہ شریف کے حج کا بھی حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ وفد حج کی فرضیت کے بعد آیا اور حج ۶ھ میں فرض ہوا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حج کے باب میں لکھا ہے تو گویا یہ وفد یقیناً ۶ھ کے بعد آیا اب کس سال آیا اس میں اختلاف ہے مورخ واقدی ۸ھ بتاتے ہیں اور محمد بن اسحاق ۹ھ (ابن ہشام ج ۲ ص ۶۶ ۵) اب پہلا جمعہ تو مدینہ منورہ میں پڑھا جاتا تھا اس کے بعد ۸ھ یا ۹ھ میں اسلام عرب کے کئی علاقوں میں پھیل چکا تھا۔ وہ قرآن بھی پڑھتے تھے لیکن کسی گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے۔ نہ کسی نے آیت جمعہ سے گاؤں میں جمعہ پر استدلال کیا نہ حضور علیہ السلام نے ان کو جمعہ ادا کرنے کا حکم دیا آخر ۸ھ یا ۹ھ میں جواثی میں جمعہ پڑھا گیا۔ اگر جواثی گاؤں تھا تو اس کو دوسرے بہت سے گاؤں کے مقابلہ میں کیا فضیلت تھی کہ ان (دوسرے گاؤں) میں جمعہ نہ پڑھا گیا اور یہاں (جواثی مین) جمعہ پڑھا گیا۔

(ب) تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے قبل بھی تجارتی منڈی

تھی جیسا کہ امرؤالقیس نے شعر میں ذکر کیا ہے۔ (آثار السنن ج ۲ ص ۸۰) آنحضرتؐ کے صحابہؓ خلافت صدیقؓ میں جواثی کے قلعہ میں محصور ہوئے (آثار السنن ج ۲ ص ۸۰) بحوالہ معجم البلدان۔ ابن اثیر نے روایت کیا ہے کہ جواثی شہر ہے جوہری۔ زمخشری اور ابن اثیر نے کہا ہے کہ جواثی قلعہ ہے (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۲۲ نمبر ۸۔ فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۴ ص ۱۲۳ ج ۴ ص ۱۳۹) معلوم ہوا کہ وہ شہر تھا اب مسجد نبوی کے بعد دور نبوت میں کسی گاؤں میں جمعہ نہ پڑھا جانا اور جواثی میں پڑھا جانا واضح دلیل ہے کہ جمعہ صرف شہر میں ادا ہوتا تھا اور پورے دور نبوت میں کسی ایک شخص نے بھی آیت جمعہ یا کسی مرفوع حدیث سے گاؤں میں جمعہ پڑھنے پر نہ استدلال کیا اور نہ گاؤں میں جمعہ پڑھا۔ رہا فتاویٰ علماء حدیث کا یہ فریب کہ حدیث میں آیا ہے کہ جواثی گاؤں تھا تو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نہ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جواثی گاؤں ہے نہ ابن عباسؓ نے نہ کسی تابعی اور تبع تابعی نے کہا کہ جواثی گاؤں ہے۔ یہ قول عثمان بن ابی شیبہ کا ہے جو خود ضعیف راوی ہے (دیکھو میزان الاعتدال ص) پھر اس نے بھی قریہ کا لفظ بولا ہے جو شہر پر بھی بولا جاتا ہے قرآن پاک میں مکہ مکرمہ، طائف، مدینہ منورہ، مصر وغیرہ جیسے شہروں کو قریۃ کہا گیا ہے ملاحظہ ہوں آیات ربانیہ۔ ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ پ ۲۵ قریتین سے مراد مکہ وطائف ہے۔ ﴿رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا...﴾ پ ۵ قریۃ سے مراد مکہ ہے۔ ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا﴾ پ ۱۳ ﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ...﴾ پ ۱۔ اس سے مراد شہر مصر ہے۔ قریۃ کے معنی جہاں بستی و آبادی کے ہیں وہاں اس کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ قریۃ بمعنی شہر۔ بستی گاؤں۔ قریتان مراد مکہ وطائف وقریہ من الانصار مراد مدینہ منورہ (مفتاح اللغات ص ۶۵۸) اس حدیث سے تو بات صاف ہو گئی کہ پورے دور نبوت میں کسی گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوئی۔ وھو المطلوب۔ نیز قریۃ کے اطلاق سے جواثی کا گاؤں و بستی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اہل عوالی (۷) عن عائشة رضی الله عنها قالت

كَانَ النَّاس يَتنَا بُونَ (يوم) الجمعة من منازلهم و العوالى (بخاری ج ا ص ۱۲۳) وفی روایته یتناوبون ۔فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۱ عوالی عالیہ کی جمع ہے ان سے مراد وہ گاؤں ہیں جو مدینہ کے مشرق کی طرف دو میل سے لے کر آٹھ میل کی حدود میں آباد تھے (حاشیہ بخاری ص ۱۲۳ نمبر ۱۲) یتنابون کے معنی باری باری آنے کے ہیں ۔عینی حاشیہ بخاری ص ۱۲۳ نمبر ۱۱ ۔اب یہ گاؤں والے لوگ باری باری جمعہ پڑھنے آتے تھے ایک جمعہ کو ایک آیا دوسرے جمعہ دوسرا آ گیا اور جو گاؤں میں رہتے تھے وہ وہاں جمعہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بخاری کی حدیث سے گذر چکا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ۔

نہ گاؤں میں جمعہ فرض ہے نہ شہر میں جا کر پڑھنا فرض ہے ہاں اگر کوئی شہر میں جا کر پڑھ لے تو جمعہ ہو جائے گا۔ دیکھئے نہ تو اہل عوالی خود آیت جمعہ سے یہ سمجھے کہ ہر گاؤں میں جمعہ فرض ہے اور نہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس آیت کے مطابق تم پر گاؤں میں جمعہ پڑھنا فرض ہے نہ حضرت عائشہؓ ہی ان کے فعل کو خلاف قرآن فرماتی ہیں صاف ظاہر ہوا کہ اس دور میں کوئی بھی اس آیت سے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے پر استدلال نہیں کرتا تھا۔ (۸) خلافت صدیق اکبرؓ میں بھی ایک گاؤں کا نام نہیں بتایا جا سکتا۔ جس میں حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے جمعہ شروع ہوا ہو یا صحابہؓ نے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کی ہو۔ خدا جانے اس دور میں قرآن کی آیت کا یہ معنی کسی کو کیوں سمجھ نہیں آیا۔ (۹) دور فاروقی میں بھی کسی ایک گاؤں کا نام نہیں لیا جا سکتا جس میں حضرت عمرؓ نے جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۱۰۔ا) عن عمرؓ قال كُنتُ انَا وَجَاء مِنَ الا نصَارِفِى بَنِى اُمَيَّة بن زيدوهى مِنْ عَوَالِى الْمَدِيْنَة وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْل عَلٰى رَسول الله ﷺ يَنزِلُ يَوْمًا وَاَنْزِلَ يَوْمًا اِذَا نَزَلْتُهٗ جِئتُ بِخَبَرِ ذَالِكَ الْيَوْمُ مِنَ الْوَحْيِ وَغيره وَاِذَا نَزَلَ فِعْلَ مِثْلَ ذٰلِكَ (بخاری ج ا ص ۱۹ باب التناوب فی العلم)

اس سے ایک تو باری باری آنے کا مطلب اور مقصد معلوم ہوا۔ پھر یہ حدیث عام ہے ہفتہ کے سب دنوں کو شامل ہے جس میں جمعہ بھی شامل ہے یعنی ایک جمعہ حضرت عمرؓ آتے اور دوسرے جمعہ کو انصاری آتا۔ جس جمعہ کو حضرت عمرؓ تشریف نہ لاتے وہ وہاں بھی جمعہ نہیں پڑھا کرتے تھے کیونکہ مسجد نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا۔

(۱۰۔ب) قال البیهقی فی المعرفة وحکی اللیث بن سعد ان اهل الاسکندریة و مدائن سواحلها کانوایجمعون الجمعة علی عهد عمرؓ بن الخطاب و عثمان بنؓ عفان بامرهما (التعلیق الحسن ج ۲ ص ۸۴)

نہ تو امام بیہقی نے لیث بن سعد تک اس کی سند بیان کی ہے اور نہ ہی لیث بن سعد نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ پایا ہے اور پھر اس میں ذکر بھی مدائن یعنی شہروں کا ہے گاؤں کا ذکر نہیں کہ شہروں میں ان کے حکم سے جمعہ شروع ہوا۔ کیا شہروں کے علاوہ باقی گاؤں والے آیتِ جمعہ کا یہ معنی نہیں جانتے تھے یا معاذ اللہ وہ مومن نہیں تھے۔

(۱۰۔ج) کہتے ہیں امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عمرؓ کو بحرین سے خط لکھا اور جمعہ کے بارہ میں سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو لکھا جمعوا حیث ما کنتم۔ اس میں پہلی بات تو سوچنے کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بحرین میں حضرت عمرؓ کی طرف سے حاکم تھے۔ علاء بن الحضرمی کے بعد (آثار السنن ج ۲ ص ۸۳ بحوالہ معجم البلدان) اور حاکم دارالحکومت میں رہتا ہے اور دارالحکومت شہر ہوتا ہے نہ کہ گاؤں...... دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ احادیث کے بھی حافظ تھے۔ اور قرآن پاک بھی پڑھے ہوئے تھے ان کو بحرین میں جمعہ پڑھنے میں تردد کیوں ہوا۔ اور حضرت عمرؓ کو لکھ کر پوچھنا پڑا۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی یہ نہیں لکھا کہ قرآن کی آیت ہوتے ہوئے مجھے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ معلوم ہوا نہ تو حضرت ابو ہریرہؓ ہر ہر جگہ جمعہ کے جواز کے قائل

تھے نہ حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی قیامگاہ میں بھی تردد تھا یعنی جمعہ کے بارہ میں۔ تو جواب دیا حضرت تم جہاں حاکم ہو۔ وہاں جمعہ پڑھ لیا کرو۔ اس سے نہ بعبارۃ النص گاؤں میں جمعہ ثابت ہوتا ہے نہ قیاس سے (پتہ نہیں غیر مقلد مسئلہ تراویح اور تین طلاق میں حضرت عمرؓ کو کیوں نہیں مانتے اور یہاں مان رہے ہیں)

(۱۱) حضرت عثمانؓ کے پورے دور خلافت میں ایک گاؤں کا نام بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا جس میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہو۔

(۱۲) حضرت ابو عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں عید الاضحیٰ جمعہ کے دن آ گئی تو حضرت عثمانؓ نے عید کے بعد اعلان فرما دیا ان هذا يوم قد اجتمع لكم عيدان فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل العوالى فلينتظر ومن احب ان يرجع فقد اذنت له (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵) ظاہر ہے کہ اہل عوالی اپنے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے: اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو حضرت عثمانؓ ان کو کبھی رخصت نہ دیتے۔ یہ اعلان حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کی موجودگی میں دیا کے عظیم اجتماع میں کیا کسی ایک صحابیؓ نے بھی اٹھ کر یہ نہیں کہا کہ حضرت آپ تو جامع القرآن ہیں ساری دنیا میں قرآن پھیلا دیا مگر خود آپ کو آیت جمعہ کیوں یاد نہیں رہی۔ (اب یہ مولوی عبدالستار صاحب ہی بتائیں کہ تمہارے نزدیک تو اہل عوالی پر بھی جمعہ فرض ہے تو کیا حضرت عثمانؓ نے فرض ترک کرنے کی اجازت دی تھی اور کیا آپ لوگ انہیں اس اجازت کے مجاز مانتے ہیں۔ تو کس نص صریح سے) اسی طرح جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع تو کسی صحابی یا تابعی نے نہیں کہا کہ حضرت آپ تو باب مدینۃ العلم ہیں آپ کا یہ اعلان قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ خارجی آپ کے سخت مخالفت تھے جو آپ کی عیب جوئی کرتے تھے مگر انہوں نے بھی حضرت علیؓ پر اس اعلان کی بناء پر نہ منکر قرآن ہونے کا حکم لگایا نہ منکر فرض ہونے کا۔ ان حقائق کی موجودگی میں ہر آدمی جان سکتا ہے کہ زمانہ نبوت اور زمانہ خلافت راشدہ میں کسی

گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔

(۱۳) عن حذیفةؓ قال لیس علی اهل القری جمعة انما الجمع علیٰ اهل الامصار مثل المدائن (ابن ابی شیبہ) آثار السنن ج ۲ ص ۸۷

حضرت حذیفہؓ کا یہ فرمان حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کو دخل نہیں سمجھتے تھے اور نہ کسی اور نے حضرت حذیفہؓ کو یہ آیت سنائی کیونکہ عہد صحابہؓ و تابعین میں کوئی شخص اس آیتہ کا یہ مطلب نہیں لیتا تھا جو آج کل غیر مقلدین لے رہے ہیں......

(۱۴) امام بخاریؒ بغیر سند کے روایت لائے ہیں کہ حضرت انسؓ زاویہ میں رہتے تھے۔کبھی جمعہ پڑھتے اور کبھی نہ پڑھتے تھے۔ج ا ص ۱۲۳۔اگر وہ زاویہ میں جمعہ کو فرض سمجھتے تھے تو چھوڑتے کیوں تھے کیا کوئی ایسی روایت بھی ہے کہ حضرت انسؓ زاویہ میں کبھی فجر کی نماز پڑھتے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ابن ابی شیبہ نے اس کو مفصلاً روایت کیا ہے عن انسؓ انه کان یشهد الجمعة من الزاوية وهی علی فرسخین من البصرة. فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۰ تو اصل بات یہ ہوئی کہ حضرت انسؓ زاویہ نامی گاؤں میں رہتے تھے مگر نہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا فرض سمجھتے تھے اور نہ گاؤں والوں کو شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا فرض جانتے تھے۔جب وہ زاویہ میں رہتے جمعہ کے دن تو جمعہ نہ پڑھتے اور جب جمعہ کے دن بصرہ تشریف لے جاتے تو شہر میں جمعہ پڑھ لیتے۔یہ ہماری دلیل ہے وہ آیت جمعہ اور احادیث کو جانتے تھے مگر اس آیت سے فرضیت بر اہل گاؤں نہیں سمجھتے۔

(۱۵) عن الحسن ومحمد(بن سیرین) انهما قالا الجمعة فی اهل الامصار . رواه ابن ابی شیبه واسناده صحیح۔آثار السنن ج ۲ ص ۷۹

دیکھئے امام حسن بصریؒ اور محمد بن سیرین جو دور تابعین میں بصرہ کے مفتی تھے وہ آیت جمعہ پڑھنے اور احادیث کے حافظ ہونے کے باوجود صحابہؓ و تابعین کی موجودگی میں یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جمعہ شہروں میں پڑھا جائے گا......

(۱۶) حضرت عطاء بن ابی رباح (صحابہؓ تابعین تبع تابعین کے سامنے) یہی فتویٰ

دیا کرتے تھے کہ جمعہ ایسی جامع بستی میں پڑھنا واجب ہے جہاں امیر اور جماعت اور کئی محلے ہوں (عبدالرزاق) یہ بھی آیت کو عام نہیں لیتے......

(۱۷) کوفہ میں حضرت امام ابراہیم نخعیؒ بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے (کتاب الآثار امام محمد) الغرض خیر القرون میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ۔ بصرہ۔ کوفہ کا اس فتویٰ پر اتفاق تھا کہ جمعہ گاؤں والوں پر واجب نہیں۔ شہر والوں پر واجب ہے............

کیا مدینہ منورہ شہر تھا

گاؤں میں نماز جمعہ کو فرض قرار دینے والوں کا دامن دلائل سے بالکل خالی ہے جب وہ دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو بڑی عجیب وغریب قسم کی باتیں ان کی زبان وقلم پر آتی ہیں چنانچہ ابن حزم کی اندھی تقلید میں کہتے ہیں کہ مدینہ شریف شہر نہیں تھا وہ ایک گاؤں تھا اس لئے گاؤں میں جمعہ ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مدینہ کا معنیٰ ہی شہر ہے۔ مدینہ بمعنیٰ شہر۔ (جواہر للغات ص ۳۶۲ مفتاح اللغات ص ۷۵۴)

اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کو مدینہ یعنی شہر فرماتے ہیں حضور علیہ السلام اس کو مدینہ یعنی شہر فرمایا کرتے تھے تمام صحابہؓ۔ تابعین تبع تابعین اور پوری ملت اسلامیہ اس کو مدینۃ الرسول مدینۃ النبیؐ یعنی رسول کا شہر نبی کا شہر کہتی ہے لیکن ایک غیر مقلد کہتا ہے کہ نہ مدینہ شہر تھا اور نہ شہر سلطان شہر ہے (مدینہ کو گاؤں تسلیم کرنے میں اور شہر نہ ماننے میں غیر مقلد اکیلا یعنی اقلیت میں۔ ملائکہ سربسجود ہوئے اور سجدہ نہ کرنے میں شیطان اکیلا اقلیت میں) خدا جانے اس نے یہ کس سے پڑھا ہے کہ نہ مدینہ شہر اور نہ شہر سلطان شہر ہے۔ حضور علیہ السلام مکہ سے ہجرت فرما کر قباء میں تقریباً چودہ پندرہ دن قیام پذیر ہوئے۔ اہل قباء نے درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس رہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا میں مدینہ جا رہا ہوں۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کے ہر محلہ وخاندان کے سردار نے حضور علیہ السلام کی میزبانی کی خواہش کا اظہار کیا کہ

حضور علیہ السلام ہمارے پاس قیام فرمائیں چنانچہ بنی سالم۔ بنی ساعدہ۔ بنی حارث، بنی بیاضہ، بنی عدی۔ بنی نجار۔ بنی مازن سب نے آپ کی اونٹنی کو روکنا چاہا مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا چھوڑ دو۔ انما مأمورة (ابن ھشام) یہاں یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہیں میں مدینہ جا رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ المدنی فرماتے ہیں ہمارے گھر دور سلع کے پاس تھے ہم نے (مسجد کے) قریب آباد ہونے کی کوشش کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارے قدموں کے نشانات پر بھی ثواب ملتا ہے اور یہ سلع مسجد نبوی سے ایک میل پر ہے جس کی آبادی ایک میل تک پھیلی ہو اس کو بھی غیر مقلد شہر ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے اہل مدینہ کو حکم فرمایا کہ اپنے اپنے محلوں میں مساجد تعمیر کرو (ابوداؤد) تو اہل مدینہ نے نو مسجدیں تعمیر کیں۔ مسجد بنی عمرو۔ مسجد بنی نجار۔ مسجد بنی ساعدہ۔ مسجد بنی عبید۔ مسجد بنی سلمہ۔ مسجد بنی راتج۔ مسجد بنی زریق۔ مسجد بنی غفار۔ مسجد جہینہ۔ مراسیل ابوداؤد۔ مولوی عبدالستار نے شہر سلطان کو بھی شہر ماننے سے انکار کیا ہے حالانکہ اس شہر میں بھی کئی محلے اور مساجد موجود ہیں۔ شہر سلطان کی مشہور مساجد یہ ہیں مسجد مہاجرین والی۔ مسجد لوہاراں والی۔ مسجد درکھاناں والی۔ مسجد قاضیاں والی۔ مسجد عالم پیر بخاری والی۔ مسجد مولوی مشتاق والی۔ مسجد تبلیغی جماعت والی۔ مسجد تھانہ والی۔ مسجد عیدگاہ اڈہ والی۔ یہ سب مسجدیں احناف کی ہیں غیر مقلدین کی ایک مسجد بھی نہیں شاید اس لئے مولوی صاحب نے شہر سلطان کو شہر ماننے سے انکار کیا ہے۔ الغرض جس مدینہ میں اتنے محلے اور مساجد ہوں اگر اس کو شہر نہ کہا جائے تو اور کس کو شہر کہا جائے گا۔ ہاں وہاں مدینہ منورہ میں روڑ اور امرتسر کی طرح سکھوں کے گوردوارے نہیں تھے شاید غیر مقلدین کے نزدیک شہر کے لئے یہ بھی شرط ہو۔ جو مدینۃ النبی علیہ السلام میں واقعی مفقود ہے۔

ایک اور بہانہ

جب اور کوئی بات نہیں بنتی تو کہتے ہیں کہ احناف میں شہر کی تعریف میں اختلاف ہے اس لئے ہم یہ شرط نہیں مانتے......

یہ دلیل غیر مقلدین نے بڑے بھائیوں سے چرائی ہے ایک فریق کہتا ہے قرآن کی قرأتوں میں اختلاف ہے اس لئے ہم قرآن کو نہیں مانتے۔ خدا کی صفات کے بارہ میں اختلاف ہے کہ عین ذات ہیں یا غیر اس لئے ہم خدا کو نہیں مانتے کوئی کہتا ہے صحابہؓ میں اختلاف ہے اس لئے ہم صحابہؓ کو نہیں مانتے۔ کوئی کہتا ہے۔ مسائل نماز میں اختلاف ہے اس لئے ہم نماز نہیں پڑھتے۔ کوئی کہتا ہے حدیث اور اہل حدیث میں اختلاف ہے اس لئے ہم حدیث اور اہل حدیث کو نہیں مانتے۔ مرزا کہتا ہے مسیح کے بارہ میں اختلاف ہے کہ جب وہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ بیدار تھے یا نیند میں یا حالتِ موت میں۔ اس لئے پہلے یہ فیصلہ کرلو ورنہ ہم مسئلہ حیاتِ مسیح کو نہیں مانتے۔ حالانکہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ اختلاف کے وقت ہم قرآن وحدیث سے فیصلہ لیتے ہیں تو ان کا فرض تھا کہ وہ قرآن یا حدیث سے جامع مصر کی جامع مانع تعریف بیان کردیتے ہم ان کے علم وتحقیق کی داد دیتے مگر غیر مقلد کا کام ہی بلا دلیل دعوے کرتے جانا ہے اور بس جب قرآن وحدیث میں مصر کی تعریف مذکور نہیں تو اس کا مدار عرف پر ہے۔ عرف میں اختلاف مکان۔ زمان کے اعتبار سے ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شہر وہ ہے جس کو عرف میں شہر کہا جائے۔ اب ہر زمانے اور علاقے والوں نے اپنے اپنے عرف کا بیان فرما دیا۔ یہ اختلاف عنوان ہے۔ اختلاف معنون نہیں۔ مولوی صاحب حدیث صحیح کی تعریف میں پندرہ اختلاف ہیں وہاں کیا حکم ہے کہ حدیث صحیح کو ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ خدا ایسی جہالت سے محفوظ رکھے...... مولوی عبدالستار صاحب غیر مقلد نے اپنی جہالت کو مزید واضح کرنے کے لئے علم اصول کا بھی غلط استعمال کیا ہے۔ مولوی صاحب آپ اصول فقہ کو سمجھتے ہی نہیں اس لئے خواہ

مخواہ معقولات میں دخل نہ دیا کریں۔ جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ٹھینگا باجے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ عام آیت قطعی کو خبر واحد سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ اس بے چارے کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ آیت مطلق ہے ہی نہیں چنانچہ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے ان قولہ تعالیٰ ﴿فَاسْعَوْا اِلیٰ ذِکْرِ اللہِ...﴾ لیس علیٰ اطلاقه اتفاقا بین الآئمة اذ لایجوز اقامتها فی البوادی اجماعا۔ تو یہ آیت باجماع امت عام نہیں ہے۔ جب اس کی تخصیص ہو چکی تو اب خبر واحد سے تخصیص بالکل جائز ہے لیکن مولوی صاحب کو اصول کی کیا خبر ہے۔

وائے فرقہ کہ ہمت شاں
جملہ کیا دی و دغا باشد

مولوی صاحب آپ نے آیت جمعہ کو عام بھی کہا پھر ابوداؤد کی حدیث سے غلام۔ عورت۔ مریض اور بچے کو مخصوص بھی کر لیا۔ کیا یہ تخصیص آپ نے خبر واحد سے کی ہے یا حدیث متواتر سے۔ اور آپ نے ابوداؤد سے حدیث تو نقل کر دی مگر ابوداؤد نے جو اس کے بعد طارق بن شہاب کے بارہ میں لکھا ہے کہ طارق بن شہاب نے حضور اکرم ﷺ سے کوئی حدیث نہیں سنی یہ آپ نے نقل نہیں کی۔ کیا لا ایمان لمن لا امانة له یاد نہیں رہی اسی لئے اذا اؤتمن خان پر عمل کر لیا...... اس کے بعد ایک یہ اصول لکھا ہے کہ موقوف مرفوع کے مقابلے میں حجت نہیں۔ یہاں بھی دھوکا ہی دیا ہے یہ موقوف تو حکماً مرفوع ہے اور اس کے مقابل مرفوع تو کجا کوئی صحیح السند موقوف بھی نہیں۔ یہ فریب کی عادت آپ چھوڑنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہیں۔

جمعہ بعد عید

ہماری طرف سے دو مسائل تھے دوسرا عنوان دلائل نماز جمعہ نمبر ۱ پر اثر علیؓ نمبر ۲ پر اعلان عثمانؓ درج تھا۔ مگر مولوی صاحب نے اپنی جہالت سے اس کو تیسرا مسئلہ

بنالیا۔ کہ جمعہ کے دن عید آ جائے تو عید ہی پڑھ لے جمعہ پڑھنے کی ضرورت نہیں آپ تو آیت جمعہ کو نص قطعی اور عام کہہ رہے تھے اور ہم سے ناراض ہو رہے تھے کہ خبر واحد سے تخصیص کیوں کی۔ جو آپ کی بے سمجھی تھی۔ مگر عید کے دن کے جمعہ کی فرضیت آپ نے جس حدیث سے ساقط کی ہے کیا وہ متواتر ہے یا مشہور۔ وہ تو خبر واحد بھی صحیح نہیں۔ ہم تو غیر مقلد کا معنی سمجھتے تھے جو کسی کی نہ مانے اور مولوی عبدالستار کی تحقیقی تحریر پڑھ کر پتہ چلا کہ غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو اپنی بات پر بھی قائم نہ رہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ کی جو حدیث نقل کی ہے اس کی سند میں ایاس بن رملہ مجہول راوی ہے (تقریب) اور آپ کے نزدیک مجہول روایت مردود ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جو نقل کی ہے اس کو امام احمد اور دارقطنی مرسل کہتے ہیں۔ التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۱۴۶ جو آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ تراویح کی بحث میں تو آپ مرسل معتضد کو بھی حجت نہیں مانتے اور یہاں اپنی مطلب برآری کے لئے مرسل (وہ بھی) غیر معتضد بھی حجت بن گئی ہے۔ تیسرے نمبر پر حضرت ابن زبیرؓ کا فعل نقل کیا ہے مگر جملہ عاب ذالک علیہ الناس نقل ہی نہیں کیا۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۹۶: اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ و تابعین عید کے بعد جمعہ پڑھنا ضروری جانتے تھے اگر آپ کی پیش کردہ حدیثیں صحیح بھی ہوتیں تو بھی ان احادیث کا وہ مطلب صحیح ہوگا جو دوسری حدیث کے مخالف نہ ہو۔ عن عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ قال اجتمع عیدان علیٰ عہد النبی ﷺ فقال من احب ان یجلس من اھل العالیۃ فلیجلس فی غیر حرج۔ مسند امام شافعی ص ۴۴۔ یہ مرسل ہے اور حضرت عثمانؓ کے اعلان سے معتضد ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ رخصت نبی علیہ السلام نے اور بعد میں حضرت عثمانؓ نے سب کے سامنے صرف گاؤں والوں کو دی تھی کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں تھا۔

تمت بالخیر

..........واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم..........